

## طہر و قنارح

از

جناب طغرل فرغان

## ہم شریف لوگ

آپ یقین کیجئے کہ میں شرفاء کے طبقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ ثبوت کے لیے میرے جوتے حاضر ہیں، ان کی چمک دمک ملاحظہ فرمائیے۔ میں دھبے نہیں ہوں کہ آپ ان میں اپنی شکل دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن شہرینے آپ نے تو اٹل پلٹ شروع کر دی۔ نہیں ان کے تنکے

دیکھئے۔ ان میں دو بڑے بڑے سوراخ ہیں جو نیچے ہی نیچے سے سوراخوں میں غلاطت اور گندگی لپیٹے رہتے ہیں۔ مٹی جون کی آگ اٹھتی ہوئی ہے۔ ان میں سوراخوں کے ذریعے مجھے زندگی کا احساس دلاتی رہتی ہے۔ میں میں ملین ہوں، صرف اس لیے کہ آپ تو صرف اوپر کے چمڑے کی

بک دمک دیکھتے ہیں۔

تو یقین کیجئے کہ میں متوسط طبقہ کا ایک خاندانی شریف ہوں۔ مجھے سمجھتا ہے کہ آپ ضرور یقین کریں گے۔ کیونکہ آپ میرے جسم پر گہر و ڈھن کا شعلہ دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ میرے معدے میں باجرے کی روٹی اور

شیر کا بھر سا مضر رہا ہے۔

ارے، آپ یہاں دھوپ میں سرک پر کیوں کھڑے ہیں۔ آئیے میری

چمک میں تشریف رکھئے۔

جی ہاں! یہ کرسیاں بریلی سے منگوائی تھیں۔ بھی فرنیچر تو کچھ بریلی ہی میں بنایا ہے۔ یہ قلمدان! یہ بھی تاریخی چیز ہے۔ آپ نے خان بہادر

عمر حسن مرحوم کا نام تو سنا ہی ہوگا، وہ میرے نانائے سو تینے چچا کے سارے

نانا کے دادا تھے۔ یہ قلم دان اُن سفید لارڈ کچنر نے عطا فرمایا تھا۔

یہ قلمدان! آپ یقین نہ کریں گے۔ لیجئے سگریٹ

دیکھئے۔ ہاں تو اس قلمدان میں نادر شاہ دُرانی نے پانی پیا

تھا۔ آپ ہنس رہے ہیں۔ یقین کیجئے! جب

نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا تھا اُس وقت یہ قلمدان گلاس کی شکل میں تھا اور

نادر شاہ نے اس میں پانی پیا تھا۔ بعد میں مغلوں نے نادر

شاہ کی توہین کرنے کے لیے اسے قلمدان بنادیا۔ یہ تصویر

میرے ہاتھ پر س کی بین الاقوامی نمائش میں ڈیڑھ ہزار پونڈ میں خریدی

تھی۔ اور یہ قلمدان! یہاں اس کمرے کے آگے صحن

ہے۔ لیکن میں اُدھر کا حال آپ کو نہ بتاؤں گا۔ میں آپ کو یہ نہ

بتاؤں گا کہ اُس طرف مرغیاں دن بھر کوسے کا کوسہ کرید کرید کر سارے صحن

میں پھیلاتی رہتی ہیں۔ میں آپ کو یہ نہ بتاؤں گا کہ اُس طرف رکھے

ہوئے پانی کے برتن کالے جھتے جھتے بالکل تخلیض ہو کر رہ گئے ہیں۔ جن میں کچھ

اور دھول میں لپٹے ہوئے ننگ دھڑنگ بچے اپنے ہاتھ گھنگھو لاکرتے ہیں۔

میں پانی پینے کے ایلومونیم کے ان کٹوروں کا تذکرہ ہرگز نہ کروں گا جن کے گڑھے

نیل جتے جتے سیاہ ہو گئے ہیں۔

میں آپ کو اُس کمرے میں نہ لے جاؤں گا جو زیادہ کشادہ نہ ہونے

کے باوجود اللہ کی رحمت کے طفیل دس بارہ آدمیوں کو پناہ دیتا ہے۔ میں

آپ کو اُس کمرے میں لُگی ہوئی آگنی پر رکھے ہوئے وہ گندے کاف ہرگز نہ

دکھاؤں گا جو نسل بعد نسل کُتب پروری کرتے ہوئے مجھ تک پہنچے ہیں۔

ہاں تو آپ اسی طرف رہئے۔ اسی کمرے میں۔ یہ

قلمدان دیکھئے۔ یہ تصویریں دیکھئے۔ یہ قلم دان دیکھئے

یہ قلمدان دیکھئے، اور یہ قلمدان۔ سگریٹ ایسیجے نا۔ آخر

تکلف کیسا؟

خیر تو ہاں جناب وقت کی بات ہے۔ اب میں اپنے

کیا عرض کروں۔ بہر حال انتظار رکھوں گا کہ بہت سی شایعات







”لے رہے تھے تو بزرگی والا ہے، ہم سب کی جان تیرے قبضے میں ہے۔ تو ہم کو نیک راہ پر چلا اور پرائیوں سے دُور رکھ“  
 یہ پچھتے روزانہ گراموفون کے ریکارڈ کی طرح اس دھاکو دھرائے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ گھر سے چرائے ہوئے پیسوں کا مصروف بھی سوچتے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کی کتابیں چڑھانے کا پروگرام بنا رہا ہوتا ہے۔ اور کوئی کسی نیک لڑکے کو چواہنے کے امکانات پر غور کرتا رہتا ہے۔ تو سُننے میں اس نے بن عمارتوں کو تاریخی یادگار کہتا ہوں کہ اپنی بچوں میں سے کئی قوی رہا ہوں گے اور کئی حکومت کے بڑے بڑے سبعاہلین گئے۔ اُس وقت تک یہ گھر سے چڑھنے پر تیار ہے اگھوں کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہونگے کتابوں کی چوری بیک مارکنگ کا روپ دھار چکی ہوگی۔ اور یہ اپنے عہدوں کا ملف نیے وقت کہیں گے۔

”ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ ہمیشہ ملک و قوم کی بھلائی کے لئے اپنے عزیزوں کو اچھی اچھی ملازمتیں دلوائیں گے۔ ملک کی ترقی کے لئے اپنے میٹروں کو سڑکوں کی تعمیر کے شیعے دیں گے۔ اپنی حکومت کو سر بلند کرنے۔ اور عوام میں مقبول بنانے کے لئے پورے ہزاری کی جنت افزائی کریں گے۔ ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ ملک کی ترقی کے لئے اپنی حکومت میں کسی ایماندار کا وجود و برداشت نہیں کریں گے کیونکہ ایماندار لوگ اشتکوار ہیں بلکہ کی سیاست کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔“

ہاں تو جناب۔۔۔ اب فرمائیے۔ کیا میں ان عمارتوں کو تاریخی یادگار میں سمجھ کر غلطی کر رہا ہوں۔

اب آئیے میرے ساتھ۔ یہاں شہر میں اب کوئی تاریخی یادگار باقی نہیں رہ گئی۔ یہاں سے چین میل کے فاصلے پر صرف ایک تاریخی یادگار اور ہے کیا آپ پیدل نہ چل سکیں گے؟۔ معاف کیجئے گا میں بھول گیا تھا کہ آپ بھی میری ہی طرح ایک شریف آدمی ہیں۔ خیر آئیے ایک ٹانگہ کے ساتھ ارے آپ تھکے کیوں ہیں۔۔۔ جی ہاں یہ ایک چھوٹا سا گھر یہاں ایک زبردست تاریخی یادگار ہے۔۔۔ ادھر آئیے۔

اس میں چلے جاؤ وہیں میں ٹھنڈی اور گرمیوں میں گرم رہتی ہے۔۔۔ ہاں تو صاحب کیا بتاؤں اس وقت آپ کو خواہ مخواہ تنہائی کی تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ پچھتے بہت زیادہ شریں ہیں۔۔۔ چھوٹے صاحبزادے سو روپے کا ایک ٹوٹ توڑ مروڑ کر چڑھنے کے بل میں مٹھونس دیا تھا جو بشکل تمام نکل سکا اور ایسی عمارت میں کہ پچاس ہی روپے کا رہ گیا تھا۔۔۔ اسی عمارت میں دیر ہو گئی (ابے اُتو کے پٹھے آخر تم یہ جان کر کیا کر دے گے کہ میں اتنی دیر تک دُودھ والے کی خوشامد کرتا رہا تھا۔ کہ وہ میں آج اور اُدھار دے دے۔۔۔ کیونکہ یہ یہ عمارت کا معاملہ ہے)

ہاں تو جناب لیجئے سگریٹ حاضر ہے۔۔۔ آپ بیٹھے بیٹھے کئی گئے ہوں گے۔۔۔ چلئے آپ کو یہاں کے تاریخی مقامات دکھا دوں۔

جی ہاں میرا شہر کافی خوبصورت ہے۔۔۔ یہاں بڑے شاندار ہوٹل ہیں۔۔۔ فرسٹ کلاس کچر باؤس ہیں۔۔۔ اور بہت سی حسین تفریح گاہیں ہیں۔۔۔ لیکن اس عمارت کو دیکھئے۔۔۔ یہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ اب نہیں سمجھتے؟ تو سُنئے۔۔۔ یہ میرے اسکول کی عمارت ہے۔ اس کی ابتدا ایک پھوس کے جھونپڑے سے ہوئی تھی۔۔۔ اب یہ ایک عالیشان عمارت ہے۔۔۔ یہ تاریخی یادگار اس لئے ہے کہ لوگ اس کے بانی کو گالیاں دیتے ہیں۔ گالیاں اس لئے دیتے ہیں کہ اس اسکول کو اُس نے پھوس کے جھونپڑے سے شروع کیا، اُسے انٹر سیکنڈری اسکول کیوں بنا دیا اور اب اُسے کالج بنانے کی فکر میں کیوں ہے۔ اُسے اس لئے بُرا بھلا کہتے ہیں کہ وہ اُن کے بچوں کو متوسط طبقے کی گھریلو نگہبانیوں سے نکال کر بلند کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ لوگ اس لئے اُس سے غار کھاتے ہیں کہ وہ اپنی پوزیشن کا خیال کئے بغیر اسکول میں جھاڑ ٹپک دے ڈالتا ہے۔۔۔ اب فرمائیے کہ یہ عمارت تاریخی یادگار ہے یا نہیں؟

صرف میرے ہی اسکول کی بات نہیں۔ میں بچوں کے تعلیمی ادارے کی عمارت کو تاریخی یادگار سمجھتا ہوں۔۔۔ آپ پھر متش رہے ہیں آپ نے شاید ان اسکولوں میں دعا کا منظر نہیں دیکھا۔ اسکول کی گھنٹی بجتے ہی سب لڑکے ایک قطار میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک لڑکا دعا پڑھتا ہے اور سب اُسے دُہراتے ہیں۔



کی روٹی چھین کر اسے دوبارہ چوربنتے پر مجبور کر دیا، ہندوستان کی سب سے بڑی تاریخی یادگار ہے۔ کپ۔ کپ۔ کہتے ہو یا میں تمہارا گلا گھونٹ دوں۔ اودھ معاف کیجئے گا۔ دیوانگی میں آپ کی شان میں گستاخی کر بیٹھا۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ آپ بھی میری ہی طرح متوسط طبقہ کے ایک شریف آدمی ہیں۔ ہمیں یہ باتیں ہرگز زیب نہیں دیتیں۔ میں اپنے آباؤ اجداد کی راہ سے نہیں ہٹنا چاہتے۔ ہمارے آباؤ اجداد جو قصیدے کہہ کر بڑی ہالیریں حاصل کیا کرتے تھے۔ آئیے ہم آپ بھی اللہ کا نام لے کر قصیدہ کہیں۔ شاید اس پالت نیاز کی رحمت اسی کی منتظر ہو۔

اے فضل کرتے نہیں لگتی ہار

مے جو اس سے ماٹوس امیدوار

یہ صرف خنازی ہی نہیں

## انٹرویو کا تپ دق بھی ہے

کیا آپ کے کانوں کے نیچے، گھٹے میں، اگر دن پر ابلوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں تو نہیں بھنی آئیں یا مچھلیاں چھوٹ کر کھوٹے کی شکل تو اختیار نہیں کر گئیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی علامت آپ میں پائی جاتی ہے تو آپ خنازی کے مرض میں اس موزی مرض کو قادی میں خنازی، ہندی میں کٹھ لا، انگریزی میں ڈی ٹی کلینڈرز اور پنجابی میں بھیریں کہتے ہیں۔ آپ کی خنازی نئی ہو یا پرانی خنازی کے متعل کو رس کے استعمال سے آپ ایک تو مند اور شاداب زندگی کے مالک بن جائیں گے قیمت مکمل کو رس دس روپے۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر وفاقہ دار القحت۔ بلاک نمبر ۸، سرگودہ، پاکستان

بیکراں جناب بگم، اتحاد اداہیت کی ترقی پسند نکلوں اور غزلوں کا مجموعہ قیمت

نیا مجموعہ کلام قیمت صرف

ستاروں سے دروں تک دور روپے بارہ آئے

جنوبی ہند میں دو ہفتے ایک سفر نامہ قیمت صرف ایک روپیہ

ملنے کا پتہ۔ رسالہ بیسویں صدی دہائی

سب دیکھ رہے ہیں؟۔ جی ہاں یہی وہ تاریخی یادگار ہے۔ یہ تپ دق بننے لگے۔ بخدا میں آپ سے کچھ رہا ہوں۔ اسی گندے سب کے کنارے ۱۹۵۲ء میں دیش سیوکوں پر گولیاں پٹی تھیں۔ اور وہ سامنے ایک جھوٹا پڑا ہے۔ وہاں ایک مشہور غدار گھیر رہا تھا۔ وہ پیدائشی غندہ نہیں بلکہ پیداائشی قیم تھا۔ بچپن میں بھوک نے اسے بد معاش بنا دیا اور اس کی ساری عمر بد معاشی میں گزری۔ جب سسٹم کا اندون شروع ہوا تو وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس وقت اس کی زندگی میں زبردست انقلاب رونما ہوا۔ اس نے گاؤں کے جوانوں کی رہبری شروع کر دی۔ نہ جانے اس میں اپنا کب یہ تبدیلی کیسے ہوئی۔ نہ جانے وہ ایک چور سے جنگ کرادی کا سپاہی کیسے بن گیا۔ اس کے کچھ ساتھی مارے گئے اور وہ گرفتار کر لیا گیا۔

روائی کے بعد وہ محنت کشوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی تالاب کی مچھلیاں اس کی زندگی کا سہارا تھیں۔ وہ انھیں شہرے جا کر ایسے واسوں پر فروخت کرتا تھا کہ اس کے کہنے کی پرورش اچھی طرح ہو جاتی تھی۔ اور پھر۔۔۔ آزادی آئی۔ ملک ترقی کرتے لگانے

نے بھکے قائم ہوئے۔ اور اس تالاب کے کنارے مچھلیوں کی پرورش و پرداخت کا بورڈ لگا دیا گیا، اب اس میں سے مچھلیاں پکڑنا ایک بھاری جرم تھا۔ بوڑھے گھیرے آنکھوں تلے اندر بھاگ گیا وہ کئی دن تک سوچتا رہا کہ اب کیا کرے۔ آزادی نے اپنے مکانوں کے باہر پی غلوں کے لئے مچھلیاں تو پانی شروع کر دی تھیں۔ لیکن بوڑھے گھیر کے لئے اس کے پاس کوئی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔

رگھیر نے غلوں سے تنگ آکر پھر چوری کی۔ اور پکڑا لیا۔

تو جناب آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ یہ گندہ تالاب بھی ایک تاریخی یادگار ہے۔ آخر آپ ہنستے کیوں ہیں؟ کیا مجھے الحق سمجھتے ہیں؟ کان کھول کر سن لو، اب تاج محل، اجتا، اور قطب مینار کو شہد لگا کر چائے سے کام نہ چلے گا۔ ہمیں کہا پڑے گا کہ یہ گندہ تالاب جن میں وطن کے مانفرد شوں کا خون بہرتے ڈال چکا ہے۔ یہ گندہ تالاب جس نے غورے آقاؤں کے پیچھے رہا ہوتے ہی ایک دیش سیوک